کسی بھی زبان میں لکھی جانے والی طویل ترین غزل

The longest ghazal written in any language

ڈاکٹر واصف اقبال صدیقی [1]

Abstract:

Mr. Pirzada Ashiq Kiranvi, a poet from Karachi, has done a feat in Urdu literature that perhaps no other poet has been able to do for centuries. He has written the longest ghazal in any language. His ghazal contains thirty thousand verses. Urdu has the honor of having the longest ghazal ever written in the world. A ghazal of thirty thousand (30,000) verses in the line of "Bolta Hai" has been generated by Pirzada Ashiq Kiranvi. In this articlea the author tried to introduce this Ghazal and its poet.

Keywords: Longest Ghazal, Urdu Literature, Pirzada Ashiq Kiranvi, Poet of Karachi

کراچی سے تعلق رکھنے والے ایک شاعر جناب پیرزادہ عاشق کیرانوی نے اردو ادب میں وہ کارنامہ سر انجام دیا ہے کہ شاید صدیوں کوئی اور شاعر ایسا نہ کرسکے۔ آپ نے کسی بھی زبان میں لکھی جانے والی طویل ترین غزل تحریر کی ہے۔ آپ کی غزل تیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اردو کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اس کے سرمایہ میں دنیا کی اب تک لکھی گئی سب سے طویل غزل شامل ہے۔ پیرزادہ عاشق کیرانوی نے ''بولتا ہے'' کی ردیف میں تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) اشعار پر مشتمل ایک غزل تحریر کی ہے۔ اس آرٹیکل میں مصنّف نے کوشش کی ہے کہ اس غزل اور اس شاعر کو متعارف کرائے۔

کلیدی الفاظ: طویل ترین غزل، اُردو ادب، اُردو شاعری، پیرزادہ عاشق کیرانوی، کراچی

شاعری، ذہنِ انسانی کے اکتسابات کی سب سے اہم اور لطیف شاخ ہے۔ انسان کی معاشرتی و تہذیبی زندگی پر جتنے گہرے اثرات شاعری نے مرتب کئے ہیں، فنون لطیفہ کی کسی اور شاخ نے نہیں کئے ایک معتبر کی رائے ہے کہ شاعری جدید دنیا کے لیے بہت کم اہمیت رکھتی ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پچھلے پچیس تیس برس کے اندر شاعری کا ایک انبار لگ گیا ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ علامت اس بات کی ہے کہ ابھی دنیا میں شاعری کا جوہر اور شاعری کا مذاق دونوں موجود ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ گزشتہ چوتھائی صدی میں دنیا نے جو شاعری پیدا کی ہے اس کا زیادہ حصہ ایسا ہے جو کسی رسالے کے مولف کے لیے تو یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا مگر کسی مبصر کو اس میں کوئی نئی یا مستقل لذت مل سکتی اور نہ کوئی عامی ہی اس سے دیر تک لطف اٹھا سکتا ہے۔

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، دی اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور

بعض کا خیال ہے کہ اس سے شاعری کا نقص ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ دلیل صرف اس امر کی ہے کہ اسوقت زندگی میں جو نئی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ ہم کو بری طرح پراگندہ اور بدحواس کئے ہوئے ہیں اور ہم کو اب اتنی فرصت نہیں کہ ہم کسی ''کاروبار شوق'' میں بھی اطمنان و فراغت کے ساتھ چند لمحے گزار سکیں اور اپنے ''ذوق نظارۂ جمال'' کا ثبوت دے سکیں۔ یہ غلط نہیں ہے مگر یہی ساری حقیقت بھی نہیں ہے۔ ہم کو اپنے دور کے ادبی اختراعات بالخصوص اکتسابات شعری سے زیادہ دلچسپی نہیں۔ اس کا ایک سبب تو یقیناً یہی ہے کہ : ''فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی''، لیکن اس کے علاوہ بھی ایک سبب ہے جو زیادہ اہم اور زیادہ اصلی ہے۔ ایک طرف تو ہماری شاعری نے پرانی روایات اور تصورات اور پرانے معیار کو بیکار یا ناکافی سمجھ کر ترک کر دینے کی ضرورت محسوس کر لی ہے اور دوسری طرف ابھی وہ کماحقہ زمانے کے میلانات اور مطالبات سے موانست اور مطابقت پیدا نہیں کر سکی ہے۔

آج تک اردو غزل زندگی کی نئی سمتوں سے مانوس نہیں ہو سکی ہے۔ غزل کی ترکیب اور اس کی صورت پر غور کیجئے تو اس کی امکانی دسعتوں کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ ایک اکائی ہوتا ہے اور تنہا ایک پورے مضمون پر حاوی ہوتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو اختصار کے ساتھ اشاروں کی صورت میں ایک غزل میں اتنے مختلف انواع مضامین ادا کر سکتے ہیں۔ جتنے کہ اس میں اشعار ہیں۔ پھر کیوں ہر شعر عشق اور متعلقات عشق ہی کی دھن میں کہا جائے۔ کیوں نہ اشعار کو زندگی کے اور میلانات اور مسائل کا بھی حامل بنایا جائے غزل سے بڑھ کر شاعری کی کوئی اور صنف نہیں اور غزل کے اشعار میں زندگی کی اہم باتوں کو معقولات کی صورت میں پیش کر کے حیات انسانی کی بہت بڑی خدمت کی جا سکتی ہے۔

کوئی شاعر یا فنکار اپنی تمام انفرادیت اور نرالی شخصیت کے باوجود اپنی نجی زندگی کے خارجی اسباب و حالات اور اپنے عہد کے اجتماعی اور معاشرتی میلانات و محرکات سے بے تعلق یا ان سے بالاتر تصور نہیں کیا جا سکتا۔ خود اس کو احساس ہو یا نہ ہو، ہم تسلیم کریں یا نہ کریں شاعر یا فنکار اپنے زمانے کی تخلیق ہوتا ہے اور اس کی تمام خصوصیات و علامات کچھ اجاگر کچھ پوشیدہ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے وجدان و فکر کو مختلف اسباب و

علائق متعین کرتے ہیں جن کو ہم مجموعی طور پر ماحول کہتے ہیں۔آج کے اس پرآشوب دور میں جب پرانی روایات دم توڑ رہیں ہوں اگر کوئی ان روایات کو زندہ کرنے کی کوشش کرے تو وہ ادب میں ایک اہم فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

آج کے اس پر ہنگام دور میں جہاں انسان کے پاس اپنی ذات کے لیے بھی چند لمحے میسر نہ ہوں ایک طویل غزل کا تحریر کرنا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔

اس معجزے کو ہمارے دور کے ایک گمنام شاعر نے سرانجام دیا ہے۔ گمنام اس لیے کہ ادب سے متعلق عام آدمی بھی ان سے آشنا نہیں ہے۔

کراچی سے تعلق رکھنے والے ایک شاعر جناب پیرزادہ عاشق کیرانوی صاحب نے اردو ادب میں وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ شاید صدیوں کوئی اور شاعر ایسا نہ کر سکے۔آپ نے کسی بھی زبان میں لکھی جانے والی طویل ترین غزل تحریر کی ہے۔آپ کی غزل تیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔اردو کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اس کے سرمایہ میں دنیا کی اب تک لکھی گئی سب سے طویل غزل شامل ہے۔

پیرزادہ عاشق کیرانوی نے ''بولتا ہے'' کی ردیف میں تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) اشعار پر مشتمل ایک غزل تحریر کی ہے۔ پیرزادہ عاشق کیرانوی کا اصل نام سراج الحسن عثمانی تھا۔ تخلص عاشق تھا۔[۱]

پیرزادہ عاشق کیرانوی نے ۱۹۳۶ء میں محلہ پیرزادگان، کیرانہ، ضلع مظفر نگر میں آنکھ کھولی۔ان کے جدامجد سید محمود، محمود غزنوی کی فوج میں قاضی لشکر تھے جنھوں نے فتح کے بعد پانی پت کی انتظامی ذمہ داری سنبھالی۔[۲]

عاشق کیرانوی نے ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ کیرانہ سے حاصل کی[۳] تقسیم پاکستان کے وقت وہ اپنے والدین سے بچھڑ گئے اور بے یار و مددگار پاکستان آگئے۔اس وقت ان کی عمر صرف تیرہ برس تھی۔[۴]

دسمبر ۱۹۴۷ میں انہوں نے لاہور کی زمین پر قدم رکھا خوش قسمتی سے ایک رشتہ دار سے ملاقات ہوئی اور یوں چھت میسر آئی۔کئی دن مختلف کیمپس میں والدین کو کھوجتے گزرے ایک دن بغیر کسی سے کچھ کہے

کراچی روانہ ہو گئے۔ ان کے پاس بابائے اردو مولوی عبدالحق کے نام، ڈاکٹر ذاکر حسین کا تحریر کردہ ایک رقعہ تھا۔ کراچی آنے کے بعد وہ رقعہ لیے مولوی عبدالحق کے پاس پہنچ گئے جنہوں نے پڑھائی اور قیام کا بندوبست کر دیا تاہم ملازمت کا انتظام نہیں ہو سکا۔[۵]

قیام ہندوستان کے زمانے میں مسلم لیگ اور کانگریس کی لائبریریوں میں خاصا وقت بیتا کراچی آنے کے بعد انجمن ترقی اردو کی لائبریری کو مسکن بنالیا اور اسی زمانے میں شعر کہنے کی تحریک ہوئی ابتدا غزل سے کی۔ کراچی میں ملازمت ختم ہو گئی تو خیر پور میرس کا رخ کیا وہاں واپڈا میں ملازم ہو گئے۔[۶]

اس عرصے میں نعتیں بھی کہیں جنہیں بذریعہ خط ضیاء القادری کو ارسال کر دیتے اور وہ اصلاح کر دیتے پھر نسیم امروہوی کے شاگرد ہو گئے جو تھے تو مرثیے کے شاعر لیکن شاعری کی ہر صنف پر گرفت رکھتے تھے ان کی سرپرستی نے صلاحیتوں کو مہمیز کیا۔[۷]

۱۹۶۳ء تک خیر پور میں رہے۔ پھر کراچی آکر رائٹرز گلڈ کا حصہ بن گئے جہاں دو سو روپے ماہوار پر گلڈ انجمن کتاب گھر کے منیجر کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھائیں۔ ۱۹۷۱ء میں سقوط ڈھاکہ کے بعد گلڈ انجمن کتاب گھر بند ہوا تو پاکستان ریڈرز گلڈ کی بنیاد رکھی۔[۸]

جب تک توانائی تھی یہ سلسلہ جاری رکھا اس عرصے میں شعراء کی اصلاح بھی کرتے رہے جس کی فیس مقرر کر رکھی تھی، عاشق کیرانوی زود گو شاعر تھے۔ طویل غزلوں کا یہ سلسلہ اللہ کی طرف سے ہوتا تھا، جس کے سامنے کوئی رکاوٹ حائل نہ ہوتی۔

ان کی ایک حمد (یارب ذوالجلال) دو ہزار بندوں پر مشتمل ہے اس ردیف میں ایک حمد (تاریخ اسلام بھی ہے جو ایک ہزار پانچ سو بندوں پر مشتمل ہے۔ خطبہ جناب زینب (درمیان اہل کوفہ میں بھی یارب ذوالجلال کی ردیف کو برتتے ہوئے ایک سو ساٹھ بند مکمل کئے اس ردیف میں تین ہزار بندوں پر مشتمل ایک حمد کہی، اسی طرح ایک حمد ایک ہزار پانچ سو اشعار اور تین حمدیں ایک ایک ہزار اشعار پر پھیلی ہیں۔ نعتوں کی تعداد چار سو کے قریب ہے۔[۹]

غزلوں کی بات کی جائے تو (آنکھیں) کی ردیف میں ایک ہزار پانچ سو اشعار کہے (لپٹ کر روئے) کی ردیف میں تین ہزار پانچ سو اشعار پر مبنی غزل کہی، ردیف (جہاں میں) کو برتتے ہوئے جو تخلیق سامنے آئی اس میں ڈھائی ہزار مطالعے ہیں۔ (ہم نا کہتے تھے) اور (روشنی) کی ردیف میں ایک ایک ہزار اشعار پر مشتمل غزلیں کہی ہیں۔ ان کی طویل ترین غزل ''ایک غزل'' کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ اس غزل کی ابتداء کے بارے میں کہتے ہیں کہ صدر کے علاقے میں سڑک پر چلتے ہوئے چند مصرعے ہوئے کاغذ قلم تھا نہیں، فوراً اردو بازار پہنچا اور خیالات کو تحریری شکل دی گھر پہنچنے تک شعر ہوتے رہے، وہ دن اور ساری رات اسی کیفیت میں گزری طلوعِ آفتاب تک آٹھ سو اشعار ہو چکے تھے ہزار تک پہنچنے کی سعی کی لیکن یہ غزل تیس ہزار اشعار پر پہنچ کر ختم ہوئی۔[۱۰]

غزل اپنے مزاج اور ساخت کے اعتبار سے ایسی شدید داخلی صنف ہے کہ اس سے زیادہ داخلی شاعری اب تک دنیا کی کوئی زبان پیش نہیں کر سکتی ہے شاعری کی کوئی صنف غزل سے زیادہ محکم اور اٹل نہیں ہے انقلابی میلانات اور ترقی کے نئے عناصر اس کے اندر اور بھی مشکل سے جگہ کر پائے ہیں۔ لیکن پیرزادہ عاشق کیرانوی نے اپنی اس غزل میں آلام روزگار کو عشق کا روپ دے کر ہمارے لیے آسان بنا دیا ہے۔

اکثر ناقدین کا خیال ہے کہ ردیف و قوافی کی بندشیں شاعری کے لیے سمِ قاتل سے کم نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حالیؔ سے لے کر آج تک ناقدین نے ردیف و قوافی کی مذمت میں شد و مد کے ساتھ حصہ لیا ہے۔ ایک حد تک تو ان حضرات کا اعتراض بجا بھی ہے مگر میرے نزدیک آرٹ کی خوبیوں کو پرکھنے کے لیے اور اسے جلا دینے کے لیے کچھ بندشوں کا ہونا ناگزیر ہے، ان قیود کے باوجود جو شاعر اپنے جذبات کا فنکارانہ انداز سے اظہار کر جائے یعنی انداز بیان ایسا لطیف و شاستہ ہو کہ اس کی مقصدیت، اس کی زبان، اس کے جذبات مجروح نہ ہونے پائیں تو وہی شاعر دراصل بڑا فنکار کہلانے کا مستحق ہے۔ عاشق کیرانوی کے کلام کا سب سے اہم اور تابناک پہلو یہی ہے کہ انہوں نے ردیف و قوافی کی بندش کی پابندی کرتے ہوئے ہاتھوں سے تغزل، لطفِ زبان، اور ندرتِ ادا کا دامن نہیں چھوڑا۔

ان کی غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

خیابانوں میں سبزہ بولتا ہے گھٹا برسے تو صحرا بولتا ہے
بڑا شیریں زبان ہے وہ جہاں میں ترا لے کر جو بوسہ بولتا ہے
نہیں چھپتا کسی کا قتل ناحق لہو کا قطرہ قطرہ بولتا ہے
تری اور میری یکجائی کے قصے میں ہی کیا سب زمانہ بولتا ہے
اسے نسبت نہیں ہے شور و شر سے خیالِ یار تنہا بولتا ہے
دھوئیں میں کارخانے کے ہے سرخی لہو کا ایندھن ہونا بولتا ہے
مسلسل ہو گا اب قتلِ شرافت چلن اہل وطن کا بولتا ہے
اندھیرے اس قدر گہرے ہیں عاشق نہ ہو گا اب سویرا بولتا ہے
پرندے سے کوئی پوچھے تو جا کر یہ کیا شاخوں پہ بیٹھا بولتا ہے
اعزا، اقربا، مفلس سمجھ کر نہ پہچانیں گے چہرہ بولتا ہے
خدا زندہ رکھے اردو زبان کو یہی ہر جانے والا بولتا ہے
غزل عاشق ہوئی یہ تیس ہزاری یہی مقطع غزل کا بولتا ہے

یہ اس غزل کے چند اشعار ہیں جس میں تغزل بھی ہے اور لطف زبان بھی، ندرتِ بیان بھی ہے بلند پروازی بھی، حقائق کی عکاسی بھی ہے اور حکایت غم بھی آپ ان کے تیس ہزار اشعار کا مطالعہ کر لیں مندرجہ بالا اوصاف کا دامن ان کے ہاتھ کہیں بھی چھوٹنے نہ پائے گا۔ اردو ادب کا یہ درخشندہ ستارہ ۲۰۱۴ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گیا، جو مقام اور مرتبہ ان کو ملنا چاہئے تھا ہمارا معاشرہ نہیں دے سکا۔

حواشی

۱۔ پیرزادہ عاشق کیرانوی، ایک غزل (کراچی: پاکستان ریڈرز گلڈ، سن ندارد)، ص۹۔
۲۔ ایضاً۔
۳۔ ایضاً۔
۴۔ ایضاً۔

۵۔ ایضاً، ص ۱۰۔

۶۔ ایضاً، ص ۱۱۔

۷۔ ایضاً۔

۸۔ ایضاً۔

۹۔ ایضاً، ص ا۔

۱۰۔ انٹرویو راقم، بر مکان سید محبوب حسین، کراچی، ۲۴ فروری ۲۰۱۳ء۔